BA (H) Part- I

مرثیہ اور اس کے اجزائے ترکیبی

مرثیہ اس نظم کو کہتے ہیں جس میں کسی کی موت پر اس کے اوصاف بیان کر کے رنج وغم کا اظہار کیا جائے۔ اردو میں مرثیہ کا لفظ میدان کربلا میں امام حسین اور ان کے دیگر رفقا کی شہادت کے بیان سے مخصوص ہوگیا ہے۔ دیگر لوگوں کی موت پر کہے جانے والے مرثیوں کو شخصی مرثیہ کہا جاتا ہے۔

اردو شاعری کی دوسری اہم اصناف کی طرح مرثیہ کی ابتدا بھی دکن سے ہوئی۔ دکن کے عادل شاہی اور قطب شاہی دور میں اردو مرثیہ نگاری نے ارتقائی منزلیں طے کیں۔ ابتدا میں مرثیہ کیلئے کوئی مخصوص ہیئت مقرر نہیں تھی۔ مرزا محمد رفیع پہلے شاعر تھے جنہوں نے مرثیے کو مسدس (چھ مصرعے کا ایک بند) کی شکل دی۔ بعد کے مرثیہ نگاروں نے اسی ہیئت کو اختیار کیا۔ مرثیہ میں ایثار قربانی، اور شرافت و انسانیت جیسی اعلیٰ اقدار کی خاص اہمیت ہے

شمالی ہند میں اردو مرثیہ کے پہلے شاعر اسمٰعیل امروہوی ہیں۔ جن کا مرثیہ "وفات بی بی فاطمہ" مثنوی کی ہیئت میں ہے۔ بعد کے شعراء میں سعادت، سودا، میر، مصحفی اور قائم کے نام اہمیت کے حامل ہیں۔ مرثیہ کا دوسرا دور دلگیر، میر ضمیر، میر خلیق اور چھنو لال سے شروع ہوتا ہے۔ دلگیر پہلے مرثیہ نگار ہیں جنہوں نے مرثیوں میں حکایاتی فضا کا اضافہ کیا۔ میر ضمیر اور میر خلیق تک پہنچتے پہنچتے مرثیہ نے سانحہ کربلا کے حوالے سے بیانیہ نظم کی حیثیت اختیار کی جسے انیس اور دبیر نے درجہ کمال تک پہنچا دیا۔ اور مرثیہ کے درج ذیل اجزائے ترکیبی طے پائے:-

1 چہرہ ۲ سراپا 3 رخصت 4 آمد 5 رجز 6 رزم 7 شہادت 8 بین 9 دعا

چہرہ۔ مرثیہ کا ابتدائی حصہ چہرہ کہلاتا ہے۔ اس حصے میں شاعر مرثیہ کی تمہید باندھتا ہے۔ یہ تمہید کبھی مناظر فطرت کے بیان پر یعنی صبح کا منظر، رات کا سماں، گرمی کی شدت، سفر کی دشواریاں تو کبھی قلم یا شعر کی تعریف پر، کبھی شاعرانہ تعلی کے بیان پر اور کبھی موضوع کی مناسبت سے فلسفیانہ مسئلے پر مبنی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر میر انیس کا یہ بند ملاحظہ ہو جس میں صبح کے منظر کی عکاسی کی گئی ہے

چلنا وہ باد صبح کے جھونکوں کا دم بدم
مرغان باغ کی وہ خوش الحانیاں بہم
وہ آب و تاب نہر، وہ موجوں کا پیچ و خم
سردی ہوا میں، پر نہ زیادہ بہت نہ کم
کھا کھا کے اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا
تھا موتیوں سے دامن صحرا بھرا ہوا

سراپا۔ چہرہ یا تمہید کے بعد مرثیہ نگار مرثیے کے ہیرو کا خاکہ بیان کرتا ہے جیسے سراپا کہتے ہیں۔ ممدوح کے خدوخال، وضع قطع، قدوقامت اور شان و شوکت کو بھی سراپا میں بیان کیا جاتا ہے۔

پیشانیاں خورشید جہاں تاب سے بہتر — رخسارہ رنگیں گل شاداب سے بہتر
دانتوں کی صفا گوہر نایاب سے بہتر — چہروں کا عرق موتیوں کی آب سے بہتر

ابرو نہیں پیشانی ذی قدر کے نیچے
ہیں دو مہ نو پاس سے ایک بدر کے نیچے

رخصت۔ اس حصے میں جنگ کے لیے اپنے اہل خانہ اور بزرگوں سے ہیرو کے رخصت کا منظر جذباتی انداز میں بیان ہوتا ہے اور اہل خیمہ اپنے پہ حسرت میں، قوت ایمانی کے ساتھ رخصت کرتے ہیں

جب سب سے مل چکا تو یہ حر نے کیا کلام — امیدوار حرب کی رخصت کا ہے غلام
رو کر اس سے کہنے لگے شاہ تشنہ کام — ایک دم تو گھر میں فاقہ کشوں کے بھی کر قیام

ہم بھی تو داغ جوشن و برادر کے دیکھ لیں
لو ہم کو دیکھو، ہم تجھے جی بھر کے دیکھ لیں

آمد۔ اس حصے میں ہیرو کے میدان جنگ میں آمد کا بیان ہوتا ہے۔ گھوڑوں کی تعریف بیان کی جاتی ہے گو کہ یہاں سے مرثیہ میں منظر بہ منظر پیدا ہوتا ہے

حر چلا فوج مخالف پہ اڑا کر توسن — چوکڑیاں بھول گئے جس کی تگاپو سے ہرن
وہ جلال اور وہ شوکت وہ غضب کی چتون — ہاتھ میں تیغ، کماں دوش پہ، بر میں جوشن

دوسرے دوش پہ شملے کے جو بل کھاتے تھے
کاکل حور کے سب پیچ کھلے جاتے تھے

رجز۔ اس حصہ میں ہیرو اپنی اور اپنے آباؤ اجداد کے اوصاف، کمال اور جرأت و بہادری کا اظہار کرتا ہے نیز آزمائش سے قبل ایک دوسرے کو بھی اپنے حریف کو للکارتا ہے اور اپنی بہادری، شجاعت، دلیری اور قوت و عظمت کا جوش و خروش سے اظہار کرتا ہے

ہم صاحب شمشیر ہیں، ہم شیر جری ہیں — ہم بندۂ مقبول ہیں، عصیاں سے بری ہیں
ایک ان میں سے میں آیا ہوں، جرأت مری دیکھو — بس دیکھو مرا اور شجاعت مری دیکھو

کیا دیر ہے، منہ پھیر مری شمشیر کے آؤ
دیکھوں تو بھلا کچھ ہنر جنگ دکھاؤ

رزم :- اس حصہ میں حق و باطل کی جنگ کا منظر پیش کیا جاتا ہے - یہاں مرثیہ نگار اپنے ممدوح کی شجاعت، بہادری، جنگی داؤ پیچ گھوڑے اسلحہ حالات ضرب و حرب و مبارزہ کے مناظر کو ڈرامائی انداز میں پیش کرتا ہے - مرثیہ کا سب سے عظیم الشان منظر رزمیہ ہی ہے - اس میں ضرب و حرب کے تمام جزئیات بیان کئے جاتے ہیں - شاعرانہ فکر زور تخیل اور قوت اظہار کے شاہکار اسی حصے میں نظر آتے ہیں

اللہ رے زلزلہ کہ لرزتے تھے دشت و در جنگل میں چھپتے پھرتے تھے ڈر ڈر کے جانور
جنات کانپ کانپ کے پڑھتے تھے الحذر دنیا میں خاک اڑتی ہے جائیں ہم کدھر
اندھیر ہے، اٹھی برکت اب جہاں سے
لو مل گیا زمین کا طبق آسمان سے

شہادت :- مرثیہ کا وہ حصہ ہے جس میں ہیرو دشمنوں سے لڑتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے - یہاں مرثیہ نگار شدید رنج و غم کا ایسا ماحول بیدار کرتا ہے کہ سوگواری کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے

لینا تھا غش میں ہچکیاں وہ چودھویں کا ماہ جو گرز فرق پاک پہ مارا کسی نے، آہ
بیٹھا گلے پہ شمر کہ حالت ہوئی تباہ اہوار سے گرا پسر شاہ دیں پناہ
بنت رسول روئے کو منہ ڈھانپنے لگی
تھرا یا وہ نوجوان کہ زمیں کانپنے لگی

بین :- ہیرو کی شہادت کے بعد اس پر بین اور اظہار تاسف کے ساتھ مرثیہ خاتمے پر پہنچتا ہے - شہادت کے بعد جب میت اہل خانہ اور عزیزوں کے درمیان آتی ہے تو وہ آہ و بکا اور گریہ و زاری کرتے ہیں - عموماً یہ حصہ آخری ہوتا ہے اور رنج و الم کے جذبات کی عکاسی کے لحاظ سے نہایت پر اثر ہوتا ہے

شبیر نے یہ خیمے کی ڈیوڑھی سے پکارا، مارے گئے اکبر گھر لٹ گیا، اے بانوئے دلشاد تمہارا، مارے گئے اکبر
ہم بیکس و تنہا ہوئے، واحسرت و دردا، واحسرت و دردا جینے کا سہارا نہ رہا کوئی سہارا مارے گئے اکبر

دعا :- خاتمہ کلام پر شاعر دعا کرتا ہے - اپنے مرثیہ کو شفاعت اور بخشش کا ذریعہ بننے کی دعا کرتا ہے - کبھی مرثیہ گو اپنی جماعت کے فلاح و بہبود کیلئے دعا کرتا ہے

خامے کو بس اب روک انیس جگر افگار خالق سے دعا مانگ کہ اے ایزد غفار
زندہ رہیں دنیا میں شہ دیں کے عزادار پنجتن از غم شہ ان کو نہ غم ہو کوئی زنہار
آنکھوں سے ہزار شہ دلگیر کو دیکھیں
اس سال میں کعبہ و روضہ شبیر کو دیکھیں